شاعرانہ نوٹ۔ نظیر اکبر آبادی

اُردو شاعری میں نظیر اکبر آبادی کا نام عوامی شاعر کی حیثیت میں منظرِ عام پر دکھائی دیتا ہے۔ آپ نے اپنی شاعری میں عوامی انداز میں زندگی کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی ہے۔ اگر دیکھا جائے تو آج کا دور نظیر کے دور سے کہیں مختلف ہے۔ آج کا دور تیز رفتاری کی بلندیوں کو چھو رہا ہے۔ اِس کے برعکس نظیر کا دور اتنا ترقی یافتہ دور نہیں تھا۔ اگر دونوں ادوار کو ملائیں تو آج بھی اِس میں ایک چیز یکساں پائی جاتی ہے۔ اور وہ ہیں انسان کے بنیادی حقوق۔ بظاہر اِس بات کو اپنی شاعری میں واضح کرتے ہیں کہ اِنسان چاہے جو بھی ہو، مختلف روپ دکھا کر روٹی کمانے نکلتا ہے۔ محنت اور مشقت سے اپنی روزی کماتا ہے۔ اگر ہم اپنے گردونواح میں دیکھیں تو دکھائی دیتا ہے کہ اِنسان دووقت کی روٹی کے لیئے کیا کچھ نہیں کرتا۔ اِسی طرح نظیر نے اپنی شاعری میں اِنسانوں کے روپ بنائے ہیں۔ کہ وہ خواہ کوئی روپ ہو مگر وہ اِنسان ہی رہتا ہے۔ انہوں نے عام زندگی کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا۔ تہذیبی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی بدولت اِن کا مشاہدہ بہت گہرا ہے۔ انہوں نے مظاہرِ فطرت مثلاً موسم، فطری مناظر کو پیش کیا ہے۔ اسی طرح اِنسانی رویوں پر شاعری کی مدد سے اِنسان اِس دنیا میں ضرور اپنے کیئے کا بدلہ پائے گا۔ آپ کی شاعری میں نصیحت اور نیکی کا فلسفہ جاری دکھائی دیتا ہے۔ آپ نے مروجہ شاعرانہ زبان کی بجائے مقامی زبان کو استعمال کیا ہے۔ عوامی زندگی کی منظر نگاری کے ساتھ عوام کے رویے کو بھی بیان کیا ہے۔ آپ کی شاعری میں مسدس، ترکیب بند جیسی اصناف پائی جاتی ہیں۔ اکبر الہ آبادی نے عام آدمی کی تہذیب اور اُس کے کلچر کو عام آدمی کے لیئے ہی پیش کیا ہے۔ دراصل انہوں نے انسانوں کو دنیا میں رہنے کے

بنیادی اصولوں سے آگاہ کیا ہے۔ اُن کی بنیادی ضروریات اور بنیادی حقوق کو برملا شاعری میں بیان کیا۔ درحقیقت 200 سال پہلے اشتراکیت، روٹی کی برابری کے فلسفے نے جنم لیا تھا۔ اکبر نے 20 سال بعد بھی اِن خیالات کو شاعری کا حصہ بنایا اور یہی وہ ترقی پسندانہ رویہ تھا جس کو عوام الناس نے سراہا۔

اکبر نے جس دور میں آنکھیں کھولیں یہ وہ وقت تھا جب ملک کا سنہرا سبزہ اپنی ہریالی کھو چکا تھا، اور خاک کے ذرّوں کو بھی اپنی تاب گنوا چکے تھے۔ اکبر نے اپنے اردگرد کا دائرہ لیا۔ حالات کو قریب سے دیکھا، گردشِ ایام کو سمجھنے کی کوشش کی۔ اکبر کی شاعری کا مقصد یہ تھا کہ انسانیت کو ایک ایسی راہ دکھائی جائے جو تمام راستوں سے جداگانہ الگ ہو۔ جس کا سرا اِسلامی مملکت سے ملتا ہو۔ اکبر نے اپنے مقصدی شاعری میں طنز و مزاح کے ذریعے معاشرے میں وہ کردار ادا کیا کہ صدیوں بعد تک آنکھیں اِس پر حیران رہیں گی۔ اکبر کی شاعری اِس بات کا ثبوت ہے کہ انہوں نے ہر شاعر، ادیب کا خوب خوب مطالعہ کیا ہے۔ غالب کے بعد اکبر طنز و ظرافت کے باب میں سرفہرست ہیں۔ گویا اکبر کی طنز و ظرافت کا ”امام“ تسلیم کر لیا جائے تو اِن کی شان میں زیادتی نہ ہو گی۔ انہوں نے طنز کا سہارا لے کر مغربی تہذیب کو بہت شرمسار کیا ہے۔ اکبر نے اپنی شاعری میں تمثالوں کو اہمیت دی ہے۔ یعنی شاعری میں تصویر کشی ہے۔ وہ جو تمثیل پیش کی ہے وہ اُن کے چاروں طرف بکھرے ہوئے معاشرے کی تصویر ہے۔ وہ خواہ مغربی تہذیب ہو، مسلمانوں کی بگڑی ہوئی شکل ہو۔ اکبر نے اپنی شاعری میں عام اِنسانوں کی زندگی کی تصویر کشی کی ہے۔ اُن کا مرکزی کردار ایک ایسا زندہ دل انسان ہے جو ہر حال میں خوش رہتا ہے۔ انہوں نے دنیا میں

رہنے کے بنیادی اصول بتائے کہ دنیا میں ہم اپنے کردار کو دوسروں کے لیئے کیسے فائدہ مند بنا سکتے ہیں۔ آپ کی شاعری میں فقر (اللہ کے قریب)، صوفیانہ خیالات (تصوف)، مذہبی عقیدت کے جذبات جا بجا دکھائی دیتے ہیں۔ آپ نے معاشرے میں رہنے کے اخلاقی اصولوں کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے۔ آپ نے زمانے کے نئے تقاضوں سے متاثر ہو کر تعلیم نسواں (عورتوں کی تعلیم)، تربیت نسواں، پر قلم اُٹھایا۔

اکبر کی شاعری کے مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ حالیؔ اور آزادؔ نے جو جدید نظم کا تصور پیش کیا تھا، اور وہ جس قسم کی تبدیلیاں شاعری میں چاہتے تھے اکبر اُن سے متفق تھے۔ اکبر بھی یہی تصور رکھتے تھے کہ شاعری کو ملک و قوم کی اصلاح کا ذریعہ بننا چاہیئے۔